ڈاکٹر عرفان شہزاد

دین میں معیارِ حق: شخص یا اصول

دین اسلام میں کسی شخص کی مطلق اطاعت اور اندھی تقلید کا تصور موجود نہیں ہے۔ کسی انسانی شخصیت کو مطلقاً معیارِ حق قرار نہیں دیا گیا۔ دین میں معیارِ حق، وحی اور اس کے طے کردہ اخلاقی اور شرعی اصول اور قوانین ہیں۔ چنانچہ دینی شخصیت خواہ کوئی بھی ہو، اس کے اقوال، افعال اور اعمال کو دین وشریعت کے معیار پر پورا اترنے کے بعد ہی نمونۂ عمل یا معیارِ مطلوب کے مطابق قرار دیا گیا ہے۔ کسی بھی شخصیت کا کوئی بھی قول اور فعل اگر دین کے مسلمہ اصولوں یا معیارِ مطلوب سے کم نکلے تو اسے رد کرنا ہی دین کا تقاضا ہے۔ اس اصول سے کسی کو بھی استثنا حاصل نہیں، حتیٰ کہ انبیا کو بھی نہیں، جن کو دین میں اعلیٰ ترین منصب حاصل ہے۔ اس اصول کی طرف رہنمائی قرآن مجید نے نہایت وضاحت سے کی ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِيۡ مَعۡرُوۡفٍ. (الممتحنہ ۶۰:۱۲)

”اور (بیعت کرنے والی یہ خواتین) بھلائی کے کسی معاملے میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی۔“

یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی منکر کا حکم نہیں دے سکتے تھے، تاہم بطور اصول یہ لکھ دیا گیا کہ رسول کی اطاعت بھی صرف معروف، یعنی بھلائی کے کاموں میں ہی کی جا سکتی ہے۔ بالفرض محال، رسول کی بھی کوئی بات غیر معروف پر مبنی ہوتی تو اس کی اطاعت بھی نہ کی جاتی کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرماں برداری نہ کرنے کا اصول یہاں بھی لاگو ہے۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی دل جوئی کے لیے کوئی حلال چیز اپنے اوپر حرام ٹھیرا لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ کو تنبیہ فرمائی کہ ایسا کرنا آپ کے منصبِ رسالت کے مطابق نہیں تھا۔ آپ کا کردار، آپ کے اعمال و افعال لوگوں کے لیے نمونۂ عمل ہیں، آپ خدا کی کسی حلال چیز کو خود پر حرام نہیں ٹھیرا سکتے۔ یہ ایک غیر ارادی تجاوز تھا جو آپ سے اپنی بیویوں کی دل داری کے لیے ہو گیا تھا، مگر اس پر تنبیہ ہو جانے پر آپ نے اپنی قسم توڑی اور کفارہ ادا فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. (التحریم ۶۶: ۱-۲)

’’اے نبی، تم اپنی بیویوں کی دل داری میں وہ چیز کیوں حرام ٹھیراتے ہو، جو اللہ نے تمھارے لیے جائز رکھی ہے؟ (خیر جو ہوا سو ہوا)، اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔ اپنی اِس طرح کی قسموں کو توڑ دینا اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہے اور اللہ ہی تمھارا مولیٰ ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔‘‘

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہاں آپ کا پہلا عمل نمونۂ تقلید نہ تھا، اس لیے بروقت اُس کی اصلاح کر کے اسے اس لحاظ سے نمونۂ تقلید بنا دیا گیا کہ اگر اس قسم کی کوئی قسم اٹھا لی جائے تو اس کا توڑنا واجب ہے۔

اسی طرح دیگر انبیا کے قصص بھی قرآن میں موجود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک قبطی کا قتل ہو گیا۔ آپ نے اسے شیطانی فعل قرار دیا، خدا سے معافی مانگی۔ خدا نے بھی یہ نہیں کہا کہ کوئی بات نہیں، آپ سے غیرت میں آ کر قتل ہو گیا ہے، نیز آپ کا ارادہ تو تھا بھی نہیں، اور مرنے والا ایک کافر اور ظالم قوم کا فرد تھا۔ اس کے برعکس اللہ نے اس فعل کو جرم ہی قرار دیا کہ یہ اگرچہ غیر ارادی طور پر سرزد ہوا، تاہم تھا یہ قتلِ خطا کا جرم ہی، چنانچہ اس پر معافی مانگنے پر اللہ نے آپ کو معاف فرمایا اور آپ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا:

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ. قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ

’’(ایک دن اتفاق سے) وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوا، جب کہ شہر کے لوگ بے خبر ہوتے تھے تو اُس نے دیکھا کہ دو آدمی وہاں لڑ رہے ہیں۔ ایک اُس کی اپنی قوم میں سے تھا اور دوسرا اُس کے دشمنوں کی قوم میں سے۔ پھر اُس کی قوم کے آدمی نے اُس شخص کے مقابل میں اُس کی مدد چاہی جو اُس کے دشمنوں میں

فَاغۡفِرۡلِیۡ فَغَفَرَلَہٗ اِنَّہٗ ھُوَالۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ. قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَھِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ. (القصص ۲۸: ۱۵-۱۷)

سے تھا تو موسیٰ نے اُس کے گھونسا مارا اور اُس کا کام تمام کر دیا۔ (یہ حرکت سرزد ہوتے ہی) موسیٰ نے کہا: یہ تو مجھ سے شیطانی کام ہو گیا ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ شیطان ایک کھلا ہوا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ اُس نے دعا کی کہ میرے پروردگار، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، سو مجھ کو بخش دے تو اُس کے پروردگار نے اُسے بخش دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔ موسیٰ نے کہا: میرے پروردگار، یہ عنایت جو تو نے مجھ پر فرمائی ہے، اِس کے بعد تو اب میں اِس طرح کے مجرموں کا کبھی مددگار نہ بنوں گا۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.org

پھر ایک اور موقع پر جب موسیٰ علیہ السلام پہلی دفعہ خدا کے ساتھ ہم کلام ہوئے اور عصا کو سانپ میں تبدیل ہوتے دیکھ کر آپ خوف زدہ ہوئے تو اِس پر خدا نے موسیٰ علیہ السلام کے اسی جرم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ رسولوں کو اللہ کے حضور ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ڈرے وہ جس نے کوئی ظلم کیا ہو۔ موسیٰ علیہ السلام سے قبطی کے قتل کے معاملے میں ظلم ہو گیا تھا، لیکن چونکہ آپ نے توبہ کر کے اور آیندہ ایسے کسی طرز عمل سے خود کو بچا کر خدا سے معافی حاصل کر لی تھی، اس لیے آپ کو بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں:

یٰمُوۡسٰۤی اِنَّہٗۤ اَنَا اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ. وَاَلۡقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَاٰھَا تَھۡتَزُّ کَاَنَّھَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّلَمۡ یُعَقِّبۡ یٰمُوۡسٰی لَا تَخَفۡ اِنِّیۡ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ. اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسۡنًاۢ بَعۡدَ سُوۡٓءٍ فَاِنِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ. (النمل ۲۷: ۹-۱۱)

''اے موسیٰ، یہ میں ہوں اللہ، زبردست اور حکیم (اس لیے مضبوط ہو جاؤ) اور اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دو۔ پھر جب موسیٰ نے اُس کو دیکھا کہ وہ اس طرح بل کھا رہی ہے، گویا وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پلٹ کر دیکھا بھی نہیں۔ (ارشاد ہوا): اے موسیٰ، ڈرو نہیں، میرے حضور پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔ ہاں مگر جو برائی کے مرتکب ہوں، پھر برائی کے بعد وہ اُسے بھلائی سے بدل دیں تو (اُن کے لیے) میں بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہوں۔''

اسی تناظر میں نہایت اہم واقعہ یونس علیہ السلام کا ہے۔ وہ خدا کے حکم سے پہلے اپنی بستی کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس پر ان کو نہ صرف تنبیہ ہوئی، بلکہ چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں قید رکھ کر سزا بھی دی گئی، بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ اگر وہ اپنی اس خطا پر خدا سے معافی طلب نہ کرتے تو مچھلی کا وہی پیٹ ان کا مدفن بن جاتا:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. (الانبیاء۲۱: ۸۷)

’’اور مچھلی والے (یونس) پر بھی، جب وہ (اپنی قوم سے) برہم ہو کر چلا گیا اور اُس نے خیال کیا کہ ہم اُس پر کوئی گرفت نہ کریں گے۔ لیکن پھر اندھیروں میں پکار اٹھا کہ (پروردگار)، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی قصوروار ہوں۔‘‘

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ. اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ. فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ. فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ. فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ. لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ. فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ. وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ. وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ. (الصافات۳۷: ۱۳۹-۱۴۷)

’’یونس بھی یقیناً پیغمبروں میں سے تھا۔ یاد کرو، جب وہ (اپنی قوم کو چھوڑ کر) کشتی کی طرف بھاگ نکلا۔ جو (مسافروں سے) بھر چکی تھی۔ پھر (کشتی طوفان میں گھر گئی اور اُن کے کہنے پر) اُس نے قرعہ ڈالا تو (اُسی کے نام پر نکلا اور) وہ (دریا میں) پھینک دیا گیا۔ پھر اُس کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ سزاوار ملامت ہو چکا تھا۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا۔ تو اُس دن تک مچھلی کے پیٹ ہی میں پڑا رہتا، جب لوگ اٹھائے جائیں گے۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اسی تناظر میں ایک واقعہ نوح علیہ السلام کا قرآن مجید میں نقل ہوا ہے۔ ان کی قوم پر جب طوفان آیا تو ان کا بیٹا بھی اس میں ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ نے طوفان سے پہلے نوح علیہ السلام کو بتا دیا تھا کہ وہ اپنے اہل عیال کو کشتی میں سوار کرا لیں اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ اُس طوفان سے وہی بچیں گے جو ایمان والے ہوں گے:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ. (ہود۱۱: ۴۰)

’’یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور طوفان ابل پڑا تو ہم نے کہا: ہر قسم کے جانوروں میں سے نر و مادہ، ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (اِس کشتی میں سوار کرا لو)، سوائے اُن کے جن کے

بارے میں حکم صادر ہو چکا ہے، اور اُن کو بھی جو ایمان لائے ہیں ـــــ اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔“

نوح علیہ السلام کا بیٹا باوجود باپ کی دردمندانہ اپیل کے ان کے ساتھ شامل ہونے سے انکاری رہا اور موجوں کا شکار ہو کر ڈوب گیا:

وَهِيَ تَجۡرِيۡ بِهِمۡ فِيۡ مَوۡجٍ كَالۡجِبَالِ وَنَادٰى نُوۡحُ ۨابۡنَهٗ وَكَانَ فِيۡ مَعۡزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارۡكَبۡ مَّعَنَا وَلَا تَكُنۡ مَّعَ الۡكٰفِرِيۡنَ. قَالَ سَاٰوِيۡۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعۡصِمُنِيۡ مِنَ الۡمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡيَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ وَحَالَ بَيۡنَهُمَا الۡمَوۡجُ فَكَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِيۡنَ. (ہود ۱۱: ۴۲-۴۳)

”وہ کشتی پہاڑوں کی طرح اٹھتی ہوئی موجوں کے درمیان اُن کو لے کر چلنے لگی اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی، جو (کچھ فاصلے پر اُس سے) الگ تھا۔ بیٹا، ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور اِن منکروں کے ساتھ نہ رہو۔ اس نے پلٹ کر جواب دیا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے اِس پانی سے بچا لے گا۔ نوح نے کہا: آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں ہے، مگر جس پر وہ رحم فرمائے۔ (اتنے میں) ایک موج دونوں کے درمیان حائل ہوئی اور وہ بھی ڈوبنے والوں میں شامل ہو گیا۔“

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

خدا کا حکم واضح تھا کہ نجات کس کے لیے ہے، لیکن نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کی محبت میں جذبات سے مغلوب ہو کر خدا سے سوال کر بیٹھے:

وَنَادٰى نُوۡحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِيۡ مِنۡ اَهۡلِيۡ وَاِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ وَاَنۡتَ اَحۡكَمُ الۡحٰكِمِيۡنَ. (ہود ۱۱: ۴۵)

”نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ پروردگار، میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور اِس میں شبہ نہیں کہ تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بڑا فیصلہ کرنے والا ہے۔“

اس پر انھیں پرجلال تنبیہ کی گئی کہ آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ اس عذاب سے صرف اہل ایمان بچیں گے اور آپ کا بیٹا اہل ایمان میں سے نہ تھا، بلکہ سخت ناہنجار تھا۔ اس پر فوراً نوح علیہ السلام نے خدا سے معافی مانگی:

قَالَ يٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ

”فرمایا: اے نوح، وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں

غَیۡرُ صَالِحٍ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰہِلِیۡنَ. قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ وَ اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَ تَرۡحَمۡنِیۡۤ اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ. (ہود ۱۱: ۴۶-۴۷)

ہے، وہ نہایت نابکار ہے۔ سو مجھ سے اُس چیز کے بارے میں سوال نہ کرو جس کا تجھے کچھ علم نہیں ہے۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جذبات سے مغلوب ہو جانے والوں میں سے نہ بنو۔ نوح نے فوراً عرض کیا: پروردگار، میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے کوئی ایسی چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔ اور (جانتا ہوں کہ) اگر تو مجھے معاف نہ کرے گا اور مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں نامراد ہو جاؤں گا۔“

سب سے بڑھ کر یہ کہ اس دنیا میں کتاب ہستی کے پہلے صفحے پر آدم علیہ السلام کی غلطی رقم ہے، جس پر انھیں جنت سے خارج کر دیا گیا تھا۔ نمونۂ عمل، البتہ ان کا یہ فعل بنا کہ انسان کو غلطی کے بعد شیطان کی طرح اپنی غلطی پر اڑ نہیں جانا چاہیے، بلکہ ندامت کے ساتھ خدا سے معافی مانگ کر خدا سے تعلق استوار کر لینا چاہیے:

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی. ثُمَّ اجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیۡہِ وَ ہَدٰی. (طٰہٰ ۲۰: ۱۲۱-۱۲۲)

”اِس طرح آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گیا۔ پھر اُس کے پروردگار نے اُس کو برگزیدہ کیا۔ سو اُس کی توبہ قبول فرمائی اور اُسے راستہ دکھا دیا۔“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وحی کی روشنی میں پیغمبر، ہمارے لیے نمونۂ عمل اس لیے بنتے ہیں کہ ان کے درست اعمال پر خدا کی طرف سے کھلی یا خاموش تائید اور ان سے سرزد ہو جانے والی فروگذاشتوں پر بروقت تنبیہ آ جاتی تھی، جس سے مطلوبہ معیاری عمل واضح ہو کر سامنے آ جاتا تھا، لیکن وحی کا سلسلہ رک جانے کے بعد، ایسا کوئی امکان ہی موجود نہیں کہ کوئی شخصیت کامل نمونۂ عمل بن سکے۔ زمانہ بعد از وحی میں، دینی شخصیات کی فروگذاشتوں پر خدا کی طرف سے نہیں، بلکہ اسی وحی کی روشنی میں اس وحی کا فہم رکھنے والوں کی طرف سے تنبیہ اور تنقید کی جاتی رہی ہے اور کی جاتی رہے گی۔ اس وحی کی کسوٹی پر جس کا عمل پورا اترے گا، اس کا وہی عمل نمونۂ عمل اور لائق تقلید مانا جائے گا۔ کوئی شخصیت اور اس کا کوئی عمل بھی اپنے آپ میں کوئی معیار نہیں ہے۔ اس اصول سے کسی بھی شخصیت کو استثنا حاصل نہیں۔